



زیر سرپرستی

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین حضور تاج الشریعہ
پیر طریقت رہبر شریعت قائد ملت قاضی القضاۃ فی الہند
مفتی محمد عسجد رضا
قادری نوری

بظل روحانی

وارث علوم امام احمد رضا علیہ الرحمہ نبیرہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ
جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ شہزادہ حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ
الشاہ مفتی محمد اختر رضا
قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان



پاسبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت ترجمانِ فکرِ رضا

ماہنامہ

جامعۃ الرضا

بریلی شریف



جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ







منجانب:۔

اساتذۂ کرام مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

بفیض روحانی





زیر سرپرستی



جلد: ۲

بابت ماہ: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ

شمارہ: ۱۴

پاسبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت، ترجمانِ فکرِ رضا

ماہنامہ جامعۃ الرضا بریلی شریف

مجلس مشاورت:

فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ مفتی صالح صاحب، فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ مفتی بہاء المصطفیٰ صاحب
حضرت مولانا عاشق حسین کشمیری صاحب، حضرت مولانا شکیل احمد صاحب، حضرت مولانا شاہد رضا صاحب
حضرت مولانا بلال انور صاحب، حضرت مولانا فیصل رضا صالح صاحب، حضرت مولانا ندیم احمد صاحب

مجلس ادارت:

حضرت مولانا محمد شکیل صاحب، حضرت مولانا محمد گلزار صاحب، حضرت مولانا شہزاد عالم صاحب، حضرت مولانا عاصم رضا صاحب
حضرت مولانا عبد الباقی صاحب، حضرت مولانا شاعر رضا صاحب، حضرت مولانا غلام مرتضیٰ صاحب، حضرت مولانا محمد عظیم صاحب

منجانب:
اساتذہ کرام
مرکز الدراسات الاسلامیۃ
جامعۃ الرضا
jamiaturraza@gmail.com

زیر اہتمام
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی-243003
www.cisjamiturraza.ac.in

اس ماہنامہ کو جامعۃ الرضا کے آئی ٹی سیل نے کمپوز اور ڈیزائن کر کے شائع کیا۔

فہرست مشمولات

□□□□

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از: حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

رخصتِ قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں اُنکے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہی غریب کو
روئیں جو اب نصیب کو چین کہو گنوائے کیوں

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

ہم تو ہیں آپ دل فگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھیڑ کے گُل کو نو بہار خون ہمیں رلائے کیوں

یا تو یونہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منتِ غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

اب تو نہ روک اے غنی عادتِ سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمۂ تر کھلائے کیوں

ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرب بجائے کیوں

* * *

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از: حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ

عرش اعظم پر پھریرا ہے شہ ابرار کا
جاری ہے آٹھوں پہر لنگر سخی دربار کا

کچھ عرب پر ہی نہیں موقوف اے شاہِ جہاں
لوہا مانا ایک عالم نے تری تلوار کا

کاٹ کر یہ خود سر میں گھس کے بھیجا چاٹ لے
کاٹ ایسا ہے تمہاری کاٹھ کی تلوار کا

تو ہے وہ شیریں دہن کھاری کنویں شیریں ہوئے
ان کو کافی ہو گیا آبِ دہن اک بار کا

روکش خلد بریں ہے دیکھ کوچہ یار کا
حیف بلبل اب اگر لے نام تو گلزار کا

بھیک اپنے مہر ہم دیدار کی کر دو عطا
چاہیے کچھ منھ بھی کرنا زخم دامن دار کا

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب
ہو چکا تجھ سے مداوا عشق کے بیمار کا

ہفت کشور ہی نہیں چودہ طبق روشن کیے
عرش و کرسی لامکاں پر بھی ہے جلوہ یار کا

مرقد نوریؔ پہ روشن ہے یہ لعل شب چراغ
یا چمکتا ہے ستارہ آپ کی پیزار کا

* * *

اداریہ

فکر رضا کی پیروی وقت کی اہم ضرورت۔۔۔!!

از: محمد شکیل بریلوی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

عالمی سطح پر بالخصوص برصغیر میں فرزندان توحید کے موجودہ حالات اور اسلام دشمن طاقتوں کی اس مذہب مہذب کے خلاف منصوبہ بند سازشوں کا حوالہ دیکر یہ زہرافشانی بہت تیزی کے ساتھ کی جارہی ہے کہ ہم اپنے مسلکی اختلافات سے اوپر اٹھ کر موجودہ حالات کا مقابلہ ایک پلیٹ فارم پر آ کر کریں اور اسلام دشمن طاقتوں کو منھ توڑ جواب دیں نیز اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف آئے دن ہونے والی گستاخیوں سے نپٹنے، ملکی سطح پر ظالموں کے ظلم و استبداد سے دو چار مسلمانوں کو اس سے نجات دلانے اور ملکی شہری ہونے کے ناطے عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کے آئینی حقوق دلانے کے لئے متحد ہوکر ایک آواز اٹھائیں اس لئے کہ ہمارا دشمن کلمہ گوئی کے نام پر ہمیں ایک قوم ایک مذہب ایک نام سے جانتا ہے۔دفعتہً ذہن و دماغ کو خوش گوار لگنے والے اور سننے میں کانوں میں شیرینی گھولنے والے یہ افکار ونظریات اور جملے در حقیقت ہمیں کس طرف لے جارہے ہیں اور کس اتحاد کی دعوت دے رہے ہیں اس پر کبھی غور نہیں کیا جاتا۔

یقیناً حمیت دینی کا تقاضا ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے اپنے خالق و مالک اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہونے والی ان گستاخیوں کا منھ توڑ جواب دیں اور گستاخوں کو کیفر کردار تک پہنچوانے کی بھرپور کوشش کریں، مگر اس کے لئے ایسے لوگوں کے ساتھ ملکر آواز اٹھائیں جو خود اس خالق ارض وسما اور اس کے محبوب علیہ التحیۃ والثنا کی شان میں کھلی ہوئی گستاخیوں کے مرتکب ہیں یا مرتکبین کو اپنا پیشوا مانتے ہیں یہ کس حد تک مومنانہ اور عقل مندانہ فیصلہ ہے اگر آواز گستاخوں کو کیفر کردار تک پہونچانے کی ہے تو اس کے پہلے حقدار وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ان گستاخیوں کو انجام دیا اور آج بھی دے رہے ہیں مگر ان کے ساتھ اس قدر رواداری کا سلوک اختیار کئے ہوئے ہیں کہ ان کے ساتھ موالات ومعاملات میں کسی طرح کا کوئی دریغ نہیں کرتے اور حد تو یہ ہوگئی کہ عبادات کے معاملے میں بھی ان کو اہل سنت و جماعت کا شریک ٹھہرانے کی سعی لاحاصل کی گئی اور اگر آواز آئینی حقوق کی پامالی روکنے اور ان کی پاسداری کرانے کی ہے تو فلاح دنیا کے لئے ان کے ساتھ ملکر آواز اٹھانا جن کے ساتھ ہم نشینی کو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع قرار دیا اور آخرت کے خسارے کا سودا بتایا کس درجے کی دانش مندی ہے، آج ہم اغیار سے جو بھی مقابلہ آرائی کر رہے ہیں وہ فقط شان الوہیت وناموس رسالت اور دین وایمان کی حفاظت کی خاطر ہے جو کہ فلاح دارین کا ضامن ہے ورنہ صرف دنیا طلبی کے لئے مومن اس قدر بے چین نہیں ہوتا اس لئے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور قید خانے میں مشقتیں عجیب نہیں نیز مومن کو ملت اسلام نے تعلیم ہی "کن فی الدنیا کانک غریب" کی دی ہے تو پھر دنیا طلبی کس حیثیت میں رہی؟

آج اسلام دشمن طاقتوں کو اپنی گستاخانہ جراتوں پر جو حوصلہ ملا تو اس کے زیادہ ذمہ دار یہی لوگ ہیں جو آج ان طاقتوں کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر آنے کی دعوت دیتے ہیں اگر ان نام نہاد مسلمانوں نے خدا و رسول کی شان میں گستاخیاں نہ کی ہوتیں اور اپنی ان گستاخیوں کو رواج عام نہ دیا ہوتا اور گستاخیاں کرنے پر ان کو وہ سزائیں ملی ہوتیں جو شریعت اسلامیہ میں مقرر ہیں تو اغیار

کی یہ جرات نہ ہوتی کہ وہ خلاق کائنات جل جلالہ یا محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کریں۔

قرون اولیٰ میں تحفظ ناموس رسالت کے لئے اسلاف نے ظاہری احباب و اغیار ہر ایک کی خبر گیری کی اور صرف تحفظ ناموس ہی کے لئے نہیں بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے اظہار و بقا کے لئے بھی ہمہ وقت مستعد رہتے، چنانچہ ابن ماجہ کی روایت ہے صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن ان کے ساتھ ان کا بھتیجہ بھی بیٹھا ہوا تھا اس نے کنکری پھینکی تو آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے مگر بھتیجے نے اس عمل کو پھر دہرایا تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں تجھ کو آقا کریم علیہ التحیۃ والثناء کی حدیث سنا رہا ہوں کہ سرکار نے اس سے منع فرمایا ہے اور تو اس حرکت کو دہراتا جا رہا ہے میں اب کبھی تجھ سے کلام نہیں کروں گا حضرت عبد اللہ بن مغفل کا یہ ترک کلام فرمانا آقا کریم ﷺ کے فرمان کی عظمت و رفعت شان بیان کرنے کے لئے ہے، نیز امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کو باآواز بلند مسجد نبوی شریف میں گفتگو کرتے سنا آپ تشریف لائے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کہاں ہو؟ پھر پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم طائف سے ہیں تو امیر المومنیں نے فرمایا اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو میں تمہیں سخت سزا دیتا، نیز ایک دوسری روایت میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو فقط اس لئے قتل کر دیا کہ اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے تصفیہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانے کی خواہش سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر کی آپ نے اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا مگر امیر المومنین نے یہ سنتے ہی کہ اس نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر بے اطمینانی ظاہر کی ہے اس کو قتل کر دیا، یہ قتل اس شخص کا ہوا جو بظاہر کلمہ گو تھا اور گستاخی بھی آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو بطیب خاطر قبول نہ کرنے کی تھی، اس کے علاوہ بہت ساری مثالیں ہیں جو صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانے میں گستاخان خدا جل جلالہ اور رسول خدا ﷺ کے ساتھ ہونے والے سلوک کو بیان کرتی ہیں کہ ان حضرات نے ان گستاخوں کے ساتھ کسی بھی مصلحت کی بنیاد پر روا داری اختیار نہیں کی بلکہ شان رسالت مآب ﷺ میں ادنیٰ سی گستاخی پر فوراً سرزنش کی اور یہ تصور دیا کہ شان الوہیت اور تحفظ ناموس کے لئے گستاخ چاہے جو ہو اسکے ساتھ رواداری نہیں، حالانکہ وہ ابتدائے اسلام کا زمانہ تھا صحابہ کرام حالات کی دہائی دیکر ان گستاخان شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہتے تو کیفر کردار تک ہونچانے میں تامل کر سکتے تھے مگر ان کے جذبہ ایمانی اور محبت رسول نے ہر طرح کی اذیت و تکلیف اور ظلم و ستم برداشت کئے مگر شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہ کی حد یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ بن مسعود ثقفی نے کفار قریش کی طرف سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنی بات کہنے کے درمیان عادت عرب کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی تلوار کے نچلے حصے سے ہاتھ پر مارا اور ہاتھ دور رکھنے کو فرمایا (بخاری ج ۲ ح ۲۷۳۱)

قرون اولیٰ میں فرزندان توحید کا گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ سلوک تھا اور آج حال یہ ہے کہ خدا اور رسول کی شان میں گستاخیوں کا بازار گرم کرنے والوں کے ساتھ رواداری کا عالم کس حد تک بڑھ گیا ہے کہ اتحاد و اتفاق کی انکی دعوت قبول کرنا تو در کنار کچھ نا عاقبت اندیش ان کو خود دعوت اتحاد دیتے ہیں اور بر سبیل تفاخر اس دعوت اتحاد پر عندیہ ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں کہ مسلکی اختلاف اپنی جگہ مگر تحفظ

ناموس کے لئے ہم ایک سر ہو کر بات کرنے کا پیغام دے رہے ہیں یعنی تم نے جو گستاخیاں کیں یا کر رہے ہو یا کرو گے ان سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم لوگ مل کر شیر و شکر ہو کر تحفظ ناموس رسالت کریں، واہ رے عقلمندی! اور یہ پیغام اتحاد محض عمومی طور پر نہیں بلکہ فریقین سے خود کو ذمہ دار سمجھنے والے افراد ایک دوسرے کے یہاں حاضر ہو کر ایک دوسرے کے مہمان و میزبان بن کر دے رہے ہیں آہ شان رسالت مآب میں گستاخیاں کرنے والوں کے یہاں مہمانی اور ان کی میزبانی کرنا مل کر ناموس رسالت کا تحفظ کرنے سے پہلے کیا حضرت اقدس کی ذات بابرکات کو مضطرب و بے چین کرنا نہیں؟

گزشتہ سطور میں مذکور حال تو ان داعیان اتحاد کا ہے جو کسی نہ کسی دینی مسئلے کی آڑ لیکر دعوت اتحاد دینے کی بیجا سعی کر رہے ہیں، حد تو تب ہوگئی جب کہ کچھ لوگ محض ایسی دنیاداری کہ جس میں تحفظ دین و شریعت تو درکنار خالص قوم مسلم کے آئینی حقوق وغیرہ کے تحفظ کا دنیوی فائدہ بھی نہیں بلکہ محض حکمرانوں کی واہ واہی حاصل کرنے کی غرض سے اس بیماری میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ایک نفس پرستی کے خاطر کتنے معاصی کا ارتکاب کر رہے ہیں طرفہ تماشہ یہ کہ اس وبا میں ایسے افراد بھی گرفتار ہیں ہیں جو فکر رضا کی ترویج و اشاعت کی علم برداری کا دم بھرتے ہیں جن کے زبان و قلم کھلتے ہیں تو فقط رضا رضا کرتے مگر کردار سے ایسا لگتا ہے کہ شاید وہ گستاخان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان (دشمن احمد پہ شدت کیجئے) اور رویہ کیا رہا ہے اس کو بھول گئے ہیں، اس پر سونے پر سہاگا یہ کہ اگر ان افراد کی اس شناعت عملی پر کوئی استفسار کرے اور شرعی گرفت کرے تو قوم کے ایسے مفسد عناصر فوراً حرکت میں آجاتے ہیں جو ان معاملات کو محض ہوائے نفس اور قدامت پسندی پر محمول کر کے ان دینی حمیت رکھنے والے افراد کو اپنی طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں اور فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم "المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ" کو پس پشت ڈال کر سوشل میڈیا پر زبان و قلم کے وہ نشتر چلاتے ہیں کہ عزت مسلم کو پیوند لگنے لائق بھی نہیں چھوڑتے جس کی ایک نہیں انیکوں مثالیں سوشل میڈیا کے وجود میں آنے کے بعد ہمارے سامنے موجود ہیں اور جدت پسندی کے جنون میں شریعت کے ساتھ بے دریغ تمسخر کرتے ہیں اور ایسے نازک مسائل پر گفت و شنید استفسار و جواب کو وہ تحقیراً "مسواک کی لمبائی ناپنے" سے تعبیر کرتے ہیں اور بالفاظ دیگر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں ان مسائل پر گفت و شنید ایک معمولی سی بات ہے نہ جانے ان کے ذہن و دماغ میں تحفظ دین و شریعت سے بڑھ کر اور کون سا ایسا مسئلہ ہے کہ جس میں مرور زمانہ کے ساتھ ہم آہنگی لا کر اسلام و سنیت کی فلاح و بہبودی مضمر ہے دوسروں کو ہوش کے ناخن لینے کی تاکید کرنے والے ان افراد کو خود ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے یقیناً دنیوی بقا کے لئے ترقی یافتہ دور میں اہل دنیا سے ہم آہنگی ضروری ہے مگر ایسی بھی ہم آہنگی نہیں جو دین و شریعت سے کوسوں دور لے جا کر محض مادہ پرستی کے دلدل میں پھنسا دے "الدین یسر" سے دین میں آسانی کا پتا چلتا ہے مگر بے لگامی کا نہیں ہم آہنگی اتنی ہی روا ہے جو حدود شرع میں ہو، اس کی حد سے باہر ہم آہنگی کی نہ کل اجازت تھی نہ آج ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ شیطان کے جملہ ہتھکنڈوں سے امت مسلمہ کو محفوظ فرمائے شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند بنائے اسی پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبہ النبی الامی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم

***

تقلید ائمہ پر اجماعِ اُمت

از: محمد عظیم رضا مرکزی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ہر شخص براہ راست قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط و استخراج نہیں کرسکتا تو لامحالہ ایسے شخص کو کسی ایسے عالم و ماہر قرآن و حدیث کی ضرورت پڑے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے استنباط و استخراج کا ملکہ عطا فرمایا ہے، بصورت دیگر اگر وہ شخص خود ہی مسائل کا ادراک کرنے میں لگے گا تو ضرور گمراہی کے گڑھے میں جا گرے گا کیونکہ قرآن و حدیث میں تمام مسائل صراحۃً مذکور نہیں ہیں تو لازماً ایسے مواقع پر اجتہاد و استنباط کی ضرورت پیش آئے گی جس کا حکم خود قرآن و سنت سے ثابت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ "اولی الامر" (مسلم امراء و فقہاء و علماء) کی بھی اتباع کا حکم فرمایا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

یعنی بیماریٔ جہل کی شفا علماء سے دریافت کرنا ہے لہٰذا علماء سے دریافت کرو وہ تمہیں بتادیں گے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین" (سنن ابی داود، باب لزوم السنة)

اس حدیث پاک میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی سنت پر اتباع کرنے کے ساتھ سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی بھی اتباع کا حکم فرمایا ہے۔ غور کریں کہ کتاب اللہ کے اجمال کی تفصیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت سے فرمادی نیز ناسخ و منسوخ اور عام و خاص وغیرہ کی بھی تعلیم فرمادی اس کے باوجود ارشاد فرمایا کہ میرے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کرنا اور ایسا ہوا بھی جب سرکار ابد قرار علیہ السلام اس ظاہری دنیا سے تشریف لے گئے تو دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فقہاء و مجتہدین صحابہ عظام کی پیروی کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دور صحابہ میں بھی تقلید ہوتی تھی جس کی تفصیل یوں ہے فقہاء و مجتہدین صحابہ کی اتباع غیر فقہاء صحابہ اور تابعین پر لازم ہوئی اور تبع تابعین پر تابعین کی اقتداء لازم ہوئی اور اس طرح تقلید کا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے اور رہے گا کہ اس سے کوئی مفر نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقلید کس کی ہو؟

ظاہر ہے کہ آیات و احادیث کے معانی و مفاہیم اور ان کے صحیح مصداق و محل سمجھنے کی توفیق جن بندگان خدا کو ملی انہیں کی تقلید کی جائے گی اور اسلاف عظام میں ائمۂ اربعہ کی علمی و فقہی بصیرت و عظمت اور ان کی اجتہادی شان و رفعت پر سلفا و خلفا تمام علما کا اتفاق رہا ہے لہٰذا وقت کے نبض شناس اہل حق نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ اب حق انہیں ائمۂ اربعہ میں منحصر ہے کیونکہ ان مجتہدین فقہا کے اقوال ہی صحیح سند کے ساتھ مروی ہیں اور انہیں کے مذاہب بلا افراط و تفریط مدون و محرر ہیں لہٰذا ائمۂ اربعہ کے مذاہب ہی قابل اعتماد اور لائق عمل و اقتداء ہیں۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان ائمۂ اربعہ میں جب جس کی چاہیں تقلید کرسکتے ہیں یا کسی ایک ہی کا مقلد ہونا ضروری ہے؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ بیک وقت ایک ہی امام کا مقلد ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ہر شخص اپنے نفس کا پیرو ہوجائے گا اور جس امام کا مسئلہ آسان و خواہش نفس کے مطابق

پائے گا اس پر عمل کرے گا اور یہ شریعت مطہرہ کا مذاق اڑانا ہے، مسائل شرع پر عمل کرنا نہیں کیونکہ کسی امام کے نزدیک بہت سے مسائل حرام ہیں تو دوسرے امام کے نزدیک وہی مسائل حلال ہیں اور یہ نفس کا پیرو صبح کو ایک امام کی تقلید کرے گا شام ہوتے ہوتے نفس کا مفاد دوسرے امام کی تقلید میں پا کر اس کا مقلد ہو جائے گا اور اس طرح یہ شخص نفس کی غلامی کے سبب احکام شرعیہ کو کھیل بنا کر تا حیات پامال کرتا پھرے گا نتیجۃً نہ ادھر کا رہے گا نہ ادھر کا اس لئے شریعت مطہرہ پر عمل کے لئے اور فلاح و بہبود سے ہمکنار ہونے کے لئے ایک ہی امام کا مقلد ہونا ضروری ہے۔

رہا یہ شبہ کہ انہیں کی تقلید کیوں؟

تو یہ اس لئے کہ امت کی بھلائی اور فساد سے اس امت کا امان ان ائمۂ اربعہ کی تقلید میں ہے کہ ان ائمہ کرام کا حصول علم بذریعۂ قرآن وحدیث ہے یا بذریعۂ تأمل یعنی قرآن وحدیث یا اجماع کی نظیروں میں غور کر کے اخذ علم و مسائل کرتے ہیں بایں سبب ان کا اجماع و اتفاق حق پر ہی ہوگا بحمد اللہ تعالیٰ جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا:

إن الله لا يجمع أمتي على ضلالة ويد الله مع الجماعة و من شذ شذ الى النار۔

(سنن الترمذي أَبْوَابُ الْفِتَنِ، بَاب مَا جَاءَ فِي لُزُومِ الْجَمَاعَةِ.)

اس حدیث کے تحت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ہرچہ بداں اتفاق کنند جز حق وصواب نبود، دست قدرت واحسان الٰہی بر جماعت است واین کنایت است از برائے استنباط احکام واطلاع بر دریافت حق وکسیکہ تنہا افتد از جماعت وبروں آید از سواد اعظم انداختہ شود در آتش دوزخ۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۴۳)

یعنی جس بات پر یہ علما اتفاق کرلیں وہ حق وصواب ہے نہ کچھ اور، دست قدرت اور احسان الٰہی جماعت پر ہے جو کنایہ ہے اس بات سے کہ احکام شرعیہ کا استنباط اور نئے مسائل پر اطلاع یابی حق ہے اور جو شخص جماعت سے الگ جا پڑا اور سواد اعظم سے باہر نکل گیا وہ آتش دوزخ میں پڑا۔

اسی حدیث کے تحت علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: **إن الله لا يجمع أمتي - اى - علماءهم على ضلالة لأن العامة منهم تأخذ دينها و إليهم تفزع في النوازل فاقتضت الحكمة حفظها و يد الله مع الجماعة كناية عن الحفظ 'اى' الجماعة المتفقهة في الدين فأهل السنة هم الفرقة الناجية.** (شفاء العی ص ۷۲)

بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو یعنی امت کے علماء کو گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا یہ اس لئے کہ عامۃ المسلمین ان علماء ہی سے دین کی باتیں لیتے ہیں اور پریشان کن پیش آمدہ نئے مسائل میں گھبرا کر انہیں کی طرف فریادی ہوتے ہیں تو حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ گمراہی سے علمائے حق کو محفوظ رکھا جائے، اللہ کا دست نصرت جماعت پر ہے، یہ کنایہ ہے جماعت حق کی حفاظت سے اور جماعت سے مراد تفقہ فی الدین والوں کی جماعت ہے لہٰذا فرقۂ اہل سنت ہی گروہ ناجیہ ہے۔

اس حدیث سے علماء اسلام کا گمراہی پر متفق نہ ہونا اور کسی مسئلہ پر ان کے اتفاق کا اس کی حقانیت کی دلیل ہونا واضح ہے۔

اب ائمۂ اربعہ کی تقلید پر علما وفقہا کی تصریحات دیکھیں:

علامہ ابن ہمام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: **و على هذا ما ذكر بعض المتأخرين منع تقليد غير الأربعة لانضباط مذاهبهم و تقييد مسائلهم و تخصيص عمومها و لم يدر مثله في غيرهم الآن لانقراض أتباعهم و هو صحيح۔** اور اسی بنیاد پر ائمہ اربعہ ہی کی تقلید متعین ہے نہ کہ دوسرے ائمہ کی، اس لئے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مکمل منضبط ہو گئے ہیں اور ان کے مسائل تقلید میں ہیں اور دوسرے ائمہ کے مذاہب میں یہ چیز نہیں ہے اور ان کے متبعین بھی اب ختم ہو چکے ہیں اور تقلید کا ان چار اماموں میں منحصر ہو جانا صحیح ہے۔ (التحرير في اصول الفقه: ۵۵۲)

علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں: وما خالف الأئمة الأربعة فهو مخالف للإجماع۔ یعنی ائمہ اربعہ کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے۔ (الأشباه: ۹۲)

محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أما في زماننا فقال أئمتنا لا يجوز تقليد غير الأئمة الأربعة: الشافعي ومالک وأبي حنيفة وأحمد رضوان الله عليهم أجمعين۔ یعنی ہمارے زمانے میں مشائخ کا یہی قول ہے کہ ائمہ اربعہ یعنی امام شافعی، مالک، ابوحنیفہ اور احمد رضی اللہ عنہم ہی کی تقلید جائز ہے، ان کے علاوہ کسی اور امام کی جائز نہیں (فتح المبین ۱۶۶)

امام ابراہیم سرخسی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وأما في ما بعد ذلک فلا يجوز تقليد غير الأئمة الأربعة۔ یعنی دور اول کے بعد ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔ (الفتوحات الوهبيه: 199)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فإن أهل السنة والجماعة قد افترق بعد القرون الثلثة أو الأربعة على أربعة مذاهب، ولم يبق مذهب في فروع المسائل سوى هذه الأربعة فقد انعقد الإجماع المركب على بطلان قول من يخالف كلهم۔۔ یعنی تین یا چار صدی کے بعد فروعی مسائل میں اہل سنت و جماعت کے چار مذاہب رہ گئے، کوئی پانچواں مذہب باقی نہیں رہا، پس گویا اس امر پر اجماع ہو گیا کہ جو قول ان چاروں کے خلاف ہے وہ باطل ہے۔ (تفسیر مظہری: ۱/ ۶۸۵)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وهذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد بها منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا في ذلك من المصالح ما لا يخفى۔ یہ مذاہب اربعہ جو مدون و مرتب ہو گئے ہیں، پوری امت نے یا امت کے معتمد حضرات نے ان مذاہب اربعہ مشہورہ کی تقلید کے جواز پر اجماع کر لیا ہے۔ (اور یہ اجماع) آج تک باقی ہے اور اس میں جو مصلحتیں ہیں وہ مخفی نہیں ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ۱/۳۶۱)

علامہ سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب أربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالى ومن كان خارجا عن هذه الأربعة في هذا الزمان فهو من أهل البدعة والنار. اہل سنت کا گروہ ناجی اب چار مذاہب میں مجتمع ہے، وہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں آج کے دور میں جو ان چار مذاہب سے خارج ہے وہ بدعتی اور جہنمی ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، کتاب الذبائح، ۴/ ۱۵۳)

حاصل تحریر یہ کہ حضرات صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آیت میں مذکور "اولی الامر" سے مجتہدین عظام کی اطاعت مراد لی ہے لہٰذا ہر کس و ناکس کو امور دینیہ و مسائل شرعیہ میں دخل دینا جائز نہیں ہے بلکہ جو اس کے اہل ہیں انہی کی طرف رجوع چاہیے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۔ (النساء/ ۸۳)

اور فقہ قرآن و حدیث سے الگ کوئی چیز نہیں وہ تو تفسیر قرآن و شرح حدیث کا مجموعہ ہے جس میں دینی تیسیر و تسہیل اور راہ حسن و صواب ہے لہٰذا تکمیل دین کی یہ راہ (کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سنت خلفاء راشدین کی اطاعت و اتباع) ہی صراط مستقیم ہے جو اس کو تھامے رہے گا وہ دین کامل پائے گا اور جو اس سے منہ موڑے گا وہ اپنا نقصان و خسارہ اٹھائے گا تو اے لوگو! قرآن و حدیث کو ان کے علماء سے سیکھو اور انہیں کی پیروی کرو کہ یہی صلاح و فلاح ہے۔ واللہ المستعان وبہ التوفیق۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل سنت کو توفیق حق عطا فرمائے اور فتنۂ غیر مقلدیت سے اپنے حفظ و امان میں رکھے، سلف صالحین کے نقش قدم پر چلائے اور اسی پر خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین!

❊❊❊

سیرت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرتی زندگی

از: محمد عاصم رضا قادری، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

سیدھی سیدھی روش پر کروڑوں درود
سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام

اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔(الاحزاب/۲۱)

اور اللہ کا ارشاد ہے:

وَ عَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ۔ اور اُن (بیویوں) کے ساتھ اچھی معاشرت (برتاؤ) رکھو۔(النساء/۱۹)

اوپر والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اپنانے کا حکم دیا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام معلم کائنات ہیں، آپ اعلیٰ اخلاق کے پیکر ہیں، اچھی خصلتوں کے منبع ہیں، آپ ہی کے در سے اعلیٰ اخلاق کی بھیک بٹ رہی ہے۔قرآن فرماتا ہے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ۔ بے شک اللہ نے آپ کو خلق عظیم عطا فرمایا۔(القلم/۴)

اور آپ نے اپنے فیضان سے صحابہ کرام کو ایسا نمونہ دیا کہ وہ رہتی دنیا تک سب کے لئے ہادی بن گئے۔اسی لئے تو کہنے والے نے کہا ہے:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عقل وخرد کے جس پیمانہ سے دیکھئے، بے مثال نظر آتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی حقوق کی ادائیگی کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ ان حقوق کو ادا کر کے اپنا عملی نمونہ پیش فرمادیا، چاہے وہ حقوق معاشرے کے ہوں یا گھر کے سربراہ کے، آپ نے تمام حقوق بروقت ادا کر کے انسانیت کی رہنمائی کی اور فلاح دارین کی کامیابی بھی انہی حقوق کی ادائیگی کو قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولاد حسنیٰ کی نعمت سے نوازا۔بیٹے تو بچپن میں انتقال کر گئے لیکن بیٹیاں جوان ہوئیں، ان کی شادیاں کی گئیں، امور خانہ داری کو بحسن وخوبی نبھایا، گھر کا کام کاج کیا اور ہر کام کو اس کے وقت پر سرانجام دیا۔کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات میں کسی کا حق مارا ہو، یا کسی کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی برتی ہو، کیونکہ اللہ کا ارشاد: وَ عَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ۔ "اور اُن (بیویوں) کے ساتھ اچھی معاشرت (برتاؤ) رکھو" ہر وقت پیش نظر تھا، یعنی انسان کی کامیاب زندگی کی گاڑی اچھی معاشرت اور اچھے تعلقات سے ہی چلتی ہے، اس کے برخلاف اگر گھر میں خاوند و بیوی کے تعلقات اچھے نہ ہوں تو گھر انتشار و بدامنی کا اڈہ بن جاتا ہے، گھر کا امن وسکون ختم ہو جاتا ہے، اولاد پر غلط اثر مرتب ہوتا ہے اور وہ اپنے عروج وکمال کی منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کے حقوق کو ادا ہی نہیں کیا بلکہ انہیں عزت وعظمت کے لحاظ سے بلند مقام عطا فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہوں"

(مشکوٰۃ شریف، ص۲۸۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مومن کامل وہ ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو اور گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو"

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مومن کامل وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لئے سب سے زیادہ بہتر ہو" (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی چیز اوپر والی پسلی ہے اگر سیدھا کرو گے ٹوٹ جائے گی اگر تم اسے اپنے حال پر چھوڑ دو گے وہ ٹیڑھی ہی رہے گی لہٰذا عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو" (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۸۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی زوجہ محترمہ سے زیادتی نہ کی نہ ان کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کیا بلکہ آپ نے خانگی معاملات میں ہمیشہ عدل و انصاف سے کام لیا اور ان کے درمیان آپ نے ہمیشہ انصاف کیا، عدل و انصاف آپ کے خلق عظیم کا ایک حصہ تھا، آپ جانتے تھے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے جس فطرت پر پیدا کیا ہے وہ اس کا عیب نہیں بلکہ اس کا حسن ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو ان سے فرمایا: اے ام سلمہ! اگر تجھ پر اور تیرے گھر والوں پر یہ بات باعث عار نہ ہو تو سات سات دن کی باری لگاؤں یا پھر تین تین دن کی، تو ام المؤمنین نے عرض کیا: تین تین دن کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا بہت خیال فرماتے تھے اور ہر طرح سے ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں یا اپنے گھر چلی جاتی تھیں، حضور انہیں میری طرف بھیجتے، وہ میرے پاس آکر کھیلا کرتی تھیں۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۸۰)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ میرے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے درمیان دوڑنے کا مقابلہ ہوا اور میں سبقت لے گئی پھر دوبارہ ہم دونوں کے درمیان مقابلہ ہوا تو حضور سبقت لے گئے اور فرمایا: یہ سبقت تمہاری اس سبقت کا بدلہ ہو گیا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۸۱)

بہر حال! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی توازن و اعتدال کی راہ کو نہیں چھوڑا، کتب سیرت میں مذکور ہے کہ آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ آپ تمام ازواج مطہرات کے یہاں جاتے تھے اور ہر ایک کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر رکتے پھر جس زوجہ کی باری ہوتی رات وہیں بسر کرتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باری کا اتنا خیال رکھتے کہ کبھی ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ سب ازواج مطہرات کے یہاں روزانہ تشریف نہ لے گئے ہوں۔

کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زانوئے مبارک سے ٹیک بھی لگا لیتے اور اسی حالت میں تلاوت قرآن بھی فرما لیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے گھر تشریف لاتے تو کبھی بھی اچانک تشریف نہ لاتے بلکہ اس طرح تشریف لاتے کہ گھر والوں کو پہلے ہی

علم ہو جاتا، پہلے سلام کرتے، جب اندر آجاتے تو کچھ نہ کچھ پوچھتے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ، پہلے ان کو سلام کرو، تمہارا سلام کرنا ان کے لئے باعث برکت ہوگا"۔ (ترمذی شریف)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو آ کر کون سے امور سرانجام دیتے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو کبھی فارغ ہو کر نہ بیٹھتے تھے بلکہ خانگی امور میں مشغول ہو جاتے، اپنے نعلین خود سی لیتے، کپڑوں کو پیوند لگا لیتے اور بازار سے سودا وغیرہ بھی خرید کر لے آتے تھے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم جو کھاؤ اپنی بیوی کو بھی کھلاؤ اور جو پہنو اسے بھی پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو، نہ اسے گالی دو، نہ اسے گھر کے باہر چھوڑو"۔ (مشکوۃ شریف، ص ۲۸۱)

یہ ہے سرکار اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور ازواج کے ساتھ رفاقت جو تمام مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے، اگر مسلمان ان نقوش طیبہ کو اپنا لیں تو سارا معاشرہ اسلامی ماحول میں ڈھل جائے اور مسلمانوں کی ناخوشگواریاں، نااتفاقیاں ختم ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضور کی سیرت طیبہ کو اپنانے اور اسی کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے کی توفیق بخشے اور دارین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

* * *

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

بے شک وہ قرآن ہی ہے کہ۔۔۔

جو اِسے یاد کر لے، وہ "حافظ" کہلائے۔ جو سنوار کر پڑھے، وہ "قاری" ہو جائے۔ جو اس کا درس دے، وہ "استاذ" ہو جائے۔ جو اِس کے پیغام کو عام کرے، وہ "مبلغ" ہو جائے۔ جو تشریح کرے، وہ "مفسر" کہلائے۔ جو اس کے مطابق فیصلہ کرے، وہ "قاضی" ہو جائے۔ اور جو اپنی زندگی اس کے مطابق گزارے، وہ "ولی" بنا لیا جائے!

تحقیقات

نسب بدلنے والوں کے لئے وعید شدید

از: محمد گلزار احمد خان رضوی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔ (الحجرات:۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا، کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔

قرآنِ مجید کی اس آیت سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ عزت وبلندی صرف قوم ونسل کی وجہ سے نہیں، بلکہ تقویٰ و پرہیزگاری عزت وبلندی کا اہم ترین زینہ ہے۔

انسانوں میں سلسلہ نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے لیکن سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی شہزادی خاتونِ جنّت حضرت سیّدتنا فاطمہ زَہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد پاک اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

کل بني آدم ينتمون الى عصبة الا ولد فاطمة فانا وليهم وانا عصبتهم۔ یعنی تمام انسان اپنے ددھیال کی طرف منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ کی اولاد کے، کیونکہ ان کا ولی اور سرپرست میں ہوں۔ (کنز العمال)

بالعموم انسانوں کی نسل ان کے بیٹوں اور پوتوں سے چلتی ہے لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک نسل آپ کے دونوں نواسوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جاری ہوئی۔ متعدد احادیث میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اپنا بیٹا قرار دیا۔

حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے متعلق ارشاد فرمایا: "ابنی ھٰذا سید" یعنی میرا یہ بیٹا سردار ہے۔
(زرقانی علی المواہب، ج۷، ص۱۹۹)

ایک روایت میں فرمایا گیا: "ھٰذان إبناي" یہ دونوں (حسن اور حسین رضی اللہ عنہما) میرے بیٹے ہیں۔ (ترمذی)

مفسر قرآن مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: خیال رہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی اولاد حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نسل ہے اس سے حضور کی نسل چلی گویا حسن وحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نسل بھی ہیں اور نسل کی اصل بھی، ورنہ نسب باپ سے ہوتا ہے نہ کہ ماں سے۔
(مرأۃ المناجیح، ج۸، ص۴۷۶)

قیامت کے روز سارے رشتے ناطے منقطع ہو جائیں گے مگر مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کا رشتہ باقی رہے گا۔ حدیث پاک میں ہے:

"کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی" یعنی ہر علاقہ اور رشتہ روز قیامت قطع ہو جائے گا مگر میرا علاقہ اور رشتہ۔ (المعجم الکبیر، ج۳، ص۴۵)

اور فرمایا:

"کل نسب وصھر ینقطع یوم القیامۃ الا نسبی وصھری" یعنی ٹوپی اور پائچے کے سب رشتے قیامت میں منقطع ہو جائیں گے مگر میرے رشتے۔

(کنز العمال بحوالہ ابن عساکر، ۱۱/۴۰۹)

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

"مابال اقوام یزعمون ان قرابتی لاتنفع کل سبب و نسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی و سببی فانھا موصولۃ فی الدنیا و الاخرۃ" کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی۔ ہر علاقہ ورشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ اور علاقہ کہ دنیا و آخرت میں جڑا ہوا ہے۔

(مجمع الزوائد بحوالہ البزار، ج ۸، ص ۲۱۶)

دوسری حدیث صحیح میں یوں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برسرِ منبر فرمایا:

"مابال رجال یقولون ان رحم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنفع قومہ یوم القیامۃ بلٰی و اللہ ان رحمی موصولۃ فی الدنیا و الاخرۃ" کیا خیال ہے ان شخصوں کا کہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت روز قیامت ان کی قوم کو نفع نہ دے گی خدا کی قسم میری قرابت دنیا و آخرت میں پیوستہ ہے۔ (المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۷۴)

ایک اور مقام پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا:

"مابال اقوام یزعمون ان رحمی لا تنفع بل حتی حاء و حکم" کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی ہاں نفع دے گی یہاں تک کہ قبائل حاء و حکم (دو قبیلہ یمن) کو۔

(مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۵۷)

بلاشبہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضامن ہے جن ایمان والوں کی رگوں میں خون حسنین کریمین گردش کر رہا ہے وہ بڑے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں ان کی تعظیم و تکریم اور ان سے محبت جزو ایمان ہے۔

برصغیر میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کو سید کہا جاتا ہے۔ عربی میں ان کے لیے شریف کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

سید کا لفظی معنیٰ "سردار" اور عرف ہندو پاک میں "آل نبی" ہے۔ سادات ساری دنیا میں پائے جاتے ہیں مگر ان کی زیادہ تعداد عرب میں، پھر ایران، ہندو پاک، ترکی اور وسط ایشیا میں پائی جاتی ہے۔

سادات کرام کے فضائل و مناقب تعظیم و تکریم مقام و مرتبہ دیکھ کر کچھ لوگوں نے مال و متاع کی خاطر اپنا نسب ہی بدل ڈالا، جن کے آباء و اجداد اصلاً سید نہیں تھے وہ اپنے آپ کو آل نبی اولاد علی کہلانے لگے جن کے پرداد کا نام و نسب معلوم نہیں وہ اولادِ غوث اعظم بن گئے، رہی سہی کسر نیم رافضیوں نے پوری کر دی کہ ہر نتھو خیرو، للّو پنجو، چنٹو پنٹو نام نہاد محبت اہل بیت کا لبادہ اوڑھ کر سید بن بیٹھا اور شہر شہر جا کر لوگوں کا مال اچکنے کے جتن کرنے لگا۔ اس معاملے میں ناعاقبت اندیش دنیا دار نقیب اور لفاظ کم علم خطیب ان کے معاون و مددگار بن گئے اور چند سکوں کے لئے ان کی جھوٹی تعریف اور فرضی نسب کی تشہیر کرنے لگے۔

اکیسویں صدی عیسوی میں تو فرضی سیدوں کا سیلاب سا آ گیا، جسے دیکھو الگ الگ قسم کی سیادت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے، کوئی سید گھرانے میں شادی کر کے سید بن گیا، کوئی سیدوں کے یہاں جھاڑو لگا کر سید بن گیا، کوئی سیدوں کے قبرستان میں قبر کھود کر سید بن گیا، کوئی پندرہ سال کی عمر میں سید بنا تو کوئی پچیس سال میں اور کچھ لوگ تو زندگی کے آخری مرحلے میں مرنے سے کچھ دن پہلے سید بنے۔ جسے جیسا موقع ملا اس نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، روز بروز فرضی سیادت کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے، جس کا رنگ گورا دیکھ کر چار لوگوں نے "سید صاحب" کہہ دیا وہ سید

بن گیا، کچھ لوگ ابتداءً اپنے آپ کو سید نہیں کہتے تھے، جب کچھ شہرت ملی تو انہوں نے سید کا ٹائٹل لگالیا۔حتیٰ کہ کچھ ایسے لوگوں کا بھی ذکر سنا گیا کہ باپ نے سید ہونے کا انکار کیا مگر بیٹے نے کہا ابّا تمہیں معلوم نہیں ہے ہم سید ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ان نادانوں کو معلوم نہیں کہ نسب بدلنا کتنا عظیم جرم ہے، اللہ کے حبیب علیہ الصلوۃ والتسلیم نے متعدد مقامات پر نسب بدلنے والوں کو وعیدیں سنائی ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں واضح حدیث ہے:

”عن ابي ذر رضي الله عنه، انه سمع النبي صلى الله عليه وسلم، يقول: "ليس من رجل ادعى لغير ابيه وهو يعلمه إلا كفر ومن ادعى قوما ليس له فيهم فليتبوا مقعده من النار“

ترجمہ: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے”جس شخص نے بھی جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا باپ بنایا تو اس نے کفر کیا اور جس شخص نے بھی اپنا نسب کسی ایسی قوم سے ملایا جس سے اس کا کوئی (نسبی) تعلق نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے“۔

اس حدیث کی شرح میں امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :”وفي الحديث تحريم الانتفاء من النسب المعروف والادعاء إلى غيره وقيد في الحديث بالعلم“یعنی اپنے قبیلہ وخاندان کے علاوہ کسی اور مشہورو معروف خاندان سے نسبت ظاہر کر کے اغراض و مقاصد حاصل کرنا حرام ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

”من ادعى الى غير ابيه فالجنة عليه حرام“جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بنائے اس پر جنت حرام ہے۔(صحیح البخاری، ۲/ ۶۱۹)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نسب بدلنے والوں کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اس کی ماں اور دادی سب سیدانیاں ہوں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے:

”من ادعى الى غير ابيه فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه يوم القيمة صرفا ولا عدلا“جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خود اللہ تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔(المعجم الکبیر ۱۷/ ۳۴)

اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اوران کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر ان کی جو خاص اولاد ہے ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ کہ بناتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی۔

خلاصہ کلام یہ کہ نسب بدلنا حرام حرام اشد حرام ہے۔ نسب بدلنے والا خواہ کسی بھی قبیلہ وخاندان سے تعلق رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت کا مستحق ہے نہ اس کے نوافل بارگاہ رب العزت میں مقبول نہ فرائض تاوقتیکہ وہ اپنے اس فعل خبیث سے توبہ نہ کرے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو تمام برے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ اجمعین

❊ ❊ ❊

شیخ کبیر سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ - حیات وخدمات

از: محمد شاہد رضا علیمی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

جن نفوس قدسیہ نے اپنے وجود مسعود سے ایک عالم کو فیضیاب کیا ہے ان میں ایک عظیم نام سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ کا ہے، آپ نے اپنی پوری زندگی خدمت خلق میں گزاری۔

نام ونسب:

آپ کا اصل نام احمد ہے، کنیت ابو العباس اور لقب محی الدین ہے، آپ کے والد ماجد سید علی ہاشمی مکی اور جد امجد سید حسن اصغر ہاشمی مکی قدس سرہما ہیں، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے حسینی بھی کہلاتے ہیں۔ علماء، مشائخ ومعتقدین آپ کو امام الاولیاء، سلطان العارفین، شیخ المسلمین اور شیخ کبیر جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

بشارت نبوی:

شیخ کبیر کی پیدائش سے چالیس دن پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شیخ سید منصور بطائحی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: اے منصور! آج سے چالیس دن بعد تیری بہن کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، اس کا نام احمد رکھنا، وہ تمام اولیاء کا سردار ہوگا جس طرح میں تمام انبیاء کا سردار ہوں۔ اس کی وجہ سے میری امت میں شریعت وطریقت اور معرفت کا نور پھوٹے گا، اس کی پیدائش کی خبر لوگوں تک پہنچا دو، جب ہوشیار ہوجائے تو تعلیم کے لئے اسے شیخ علی قاری واسطی کے پاس بھیج دینا، اس کی تربیت میں غفلت نہ کرنا اور اس کا خاص خیال رکھنا۔ (ماخوذ از: شانِ رفاعی)

ولادتِ باسعادت:

نبوی بشارت کے مطابق ٹھیک چالیس دن بعد سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکم رجب المرجب ۵۱۲ھ کو مقام ام عبیدہ میں پیدا ہوئے، اس وقت عباسی خلیفہ مسترشد باللہ کی حکومت تھی، شیخ کبیر کی عمر ابھی سات سال کی ہی تھی کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، اس کے بعد آپ کی پرورش آپ کے حقیقی ماموں سید منصور بطائحی قدس سرہٗ کی نگرانی میں ہوئی۔

تعلیم:

سید کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد شیخ عبد السمیع حربونی کی نگرانی میں پہنچے اور ان کی بارگاہ میں رہ کر حفظ قرآن کریم مکمل کیا اور مزید تعلیم کے لئے شیخ ابو الفضل علی واسطی قدس سرہٗ کی خدمت میں گئے جہاں آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ مثلاً حدیث، تفسیر، منطق وفلسفہ ومروجہ علوم میں مہارت تامہ حاصل کی۔ شیخ کبیر نے اپنے وقت کے ماہر وجلیل القدر اساتذہ سے علوم وفنون حاصل کیے جن میں شیخ منصور بطائحی، شیخ عبد السمیع، شیخ ابو الفضل علی واسطی، شیخ ابو الفتح محمد بن عبد الباقی، شیخ محمد بن عبد السمیع عباسی ہاشمی، شیخ ابو بکر واسطی اور عارف باللہ سید عبد الملک بن حسین کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

مسند تدریس:

شیخ کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس شہر علم ومعرفت میں تعلیم حاصل کی اسی شہر واسط میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ خداداد صلاحیت اور انتہائی ذکاوت کی بنا پر جب آپ کی علمی شہرت چاروں اطراف میں پھیل گئی تو طالبان علوم نبویہ اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے شہر

واسط کا رُخ کرنے لگے۔ طلبا کے علاوہ علما وفضلا بھی آپ کے درس بافیض سے وافر حصہ پانے کے لئے خدمت میں حاضر ہوتے اور زانوئے تلمذ طے کرتے۔

تصنیف وتالیف:

شیخ کبیر نے جس طرح تدریس وتعلیم، وعظ ونصیحت کے ذریعہ عوام وخواص کے دلوں کو منور کیا یونہی مختلف موضوعات پر گراں قدر کتابیں تصنیف فرما کر تشنگان کو سیراب کیا، آپ کی مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

برہان مؤید، تفسیر معانی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تفسیر سورۃ القدر، حکم رفاعیہ، احزاب رفاعیہ، عقائد رفاعیہ، شرح تنبیہ، الوصایا، مجالس احمدیہ، رحیق الکوثر وغیرہ۔

سیرت:

طبقات امام شعرانی کے مطابق صوفیائے کرام کے احوال کی شرح اور ان کے منازل کی مشکلات حل کرنے کی سرداری شیخ کبیر رفاعی پر ختم ہے اور بطائح کے علاقے میں تربیت مریدین کا عمل ان کی وجہ سے پروان چڑھا اور بے شمار مخلوق نے ان سے تزکیہ وتصفیہ کا نور پایا۔ شان رفاعی میں ہے:

”قناعت وشکر کا یہ حال تھا کہ کبھی اپنے پاس دو قمیص نہ رکھتے تھے، جب قمیص دھونے کی ضرورت پیش آتی تو دریا میں خود اُتر جاتے، قمیص کا میل خود ہی صاف کرتے حتیٰ کہ دھوپ میں کھڑے ہو کر اسے خود ہی سکھاتے تھے، آپ کھانا بہت کم تناول فرماتے لیکن اگر کوئی مہمان آتا تو اس کے کھانے پینے کا اچھا انتظام فرماتے، آپ کا دل خدمت خلق کے جذبات سے بھرا ہوا تھا حتیٰ کہ آپ خود جنگل جاتے، لکڑیاں جمع کرتے، اسے خود اُٹھا کر لاتے اور فقراء ومساکین اور بیوگان کے گھروں تک پہنچاتے“

خلافت:

جب آپ کی عمر بیس سال ہوگئی تو آپ کے استاذ شیخ ابوالفضل علی واسطی قدس سرہٗ نے شریعت وطریقت کی تمام اجازات عنایت فرمادیں، ساتھ ہی خرقہ وخلعت خلافت سے بھی نوازا، تاہم اس کے بعد بھی علم حاصل کرنا جاری رکھا اور اپنے مرشد ومربی کی نگرانی میں نور تصوف سے منور ہونے کے بعد اپنے ماموں سید منصور بطائحی سے علم فقہ میں کامل مہارت حاصل کی اور فقہ وتصوف کے جامع قرار پائے۔ سید منصور بطائحی قدس سرہٗ اپنی زندگی کے آخری ایام میں پہنچے تو انہوں نے شیخ کبیر رفاعی کو اپنے مرشد شیخ الشیوخ کی امانت عطا کی اور اپنے خاص وظائف کا ان سے عہد لیا، پھر ان کو مسند سجادگی ومنصب ارشاد پر فائز فرمادیا۔ (ماخوذ از: شان رفاعی)

بارگاہِ رسالت میں مقبولیت:

سارے جہاں کے اقطاب، اوتاد اور اغواث کو جو مرتبہ ملا اور قیامت تک ملتا رہے گا سب کو بعطائے الٰہی رسول اللہ ﷺ کے فیض سے ملا اور ملتا رہے گا اور اس بارگاہ سے جس کی وابستگی زیادہ ہوگی وہ زیادہ فیضیاب ہوگا، شیخ کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ نبوی سے وابستگی اور مقبولیت کو سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہجۃ الاسرار وتنویر الحلک کے حوالے سے بیان کیا ہے:

”حضرت ممدوح قدس سرہٗ الشریف کا روضۂ انور سید اطہر ﷺ پر حاضر ہونا اور یہ اشعار پیش کرنا ہے:

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

زمانہ دوری میں اپنی روح کو حاضر کرتا تھا، وہ میری طرف سے زمین بوسی کرتی، اب جسم کی نوبت ہے کہ حاضر بارگاہ ہے، حضور دست مبارک بڑھائیں کہ میرے لب سعادت پائیں، اس پر حضور اقدس ﷺ کا دست مبارک روضۂ

انور سے باہر کرنا اور حضرت احمد رفاعی کا اس کے بوسہ سے مشرف ہونا مشہور و ماثور ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۹، ۲۲ جلد)

ارشادات:

حضرت احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض ارشادات ذکر کیے جارہے ہیں:

- ☐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کو عظیم جانو، خالق و مخلوق کے درمیان آپ وسیلہ ہیں، آپ اللہ کے خاص بندے، اللہ کے محبوب اور اس کے رسول ہیں، آپ تمام مخلوق میں سب سے کامل اور تمام پیغمبروں میں سب سے افضل ہیں، آپ ہی سب کے لئے بارگاہِ رحمانی کا دروازہ اور بارگاہِ صمدیت کا وسیلہ ہیں، خوب جان لو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت بعد وفات بھی اسی طرح باقی ہے جس طرح قبل وفات باقی تھی، تمام مخلوق قیامت تک آپ ہی کی شریعت کے مکلف ہیں۔
- ☐ صحابۂ کرام میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق، پھر سیدنا عمر فاروق، پھر سیدنا عثمان ذوالنورین، پھر سیدنا علی مرتضیٰ ہیں، تمام صحابہ کرام ہدایت پر ہیں۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)
- ☐ اپنے دلوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد کی محبت سے بھی روشن کرو کیونکہ یہ نفوس قدسیہ جود و سخا کے انوار اور سعادت کے منور آفتاب ہیں۔
- ☐ اولیاء اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ، ولی وہ ہے جو اللہ سے محبت رکھتا ہے لہٰذا جس کو اللہ سے محبت ہو اس سے دشمنی نہ رکھو۔
- ☐ شریعت کی پابندی لازم پکڑ لو، ظاہری احکام میں بھی اور باطنی احکام میں بھی۔
- ☐ درویشوں اور غریبوں کی خدمت کو لازم جانو اور نیک کاموں میں ہمیشہ جلدی کرو۔
- ☐ ریاکاری سے دور بھاگو۔
- ☐ علماء کی مجلسوں میں بیٹھا کرو، ان سے علم حاصل کرو۔

وصال:

شیخ کبیر ارشادات وفرمودات کے گوہر لٹاتے رہے یہاں تک کہ ایک دن پیٹ کے ایک مرض میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے ایک مہینہ صاحب فراش رہے پھر یہی بیماری مرض الموت کی شکل اختیار کر گئی اور ۶۶ ؍سال کی عمر میں ۱۲ ؍جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ کو شریعت وطریقت کے اس آفتاب نے آدھی صدی سے زیادہ مدت تک خلق خدا کو علوم و معارف سے فیضیاب کرنے کے بعد اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی اور اپنے جد امجد شیخ یحییٰ بخاری کے روضہ کے قریب ام عبیدہ عراق میں مدفون ہوئے۔ آپ کا روضہ آج بھی خاص و عام کا مرکز عقیدت بنا ہوا ہے اور لوگ آپ کے وسیلہ سے اللہ رب العزت سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں اور بفضل الٰہی بامراد لوٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نفوس قدسیہ کے قدم پر چلائے اور ان کا سچا پکا خادم و پیرو کار بنائے، ان کی محبت دلوں میں بٹھائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

* * *

ناکامی کی وجہ!

وہ لوگ ہمیشہ ناکام ہی رہتے ہیں جو کامیابی حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اصول کو توڑ کر بے جا اصولوں کو اپنانے میں لگ جاتے ہیں۔

خوف خُدا کے تقاضے

از: محمد فیصل رضا صالح، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

قیامت کا دن منتہائے عمل ہے
جزائے عمل ہے سزائے عمل ہے

انسان دنیا کے رنگ و روغن اس کی چمک دمک اس کے دلفریب مناظر میں اس قدر منہمک ہے جیسے اس نے آب حیات پی رکھا ہے کہ اسے مرنا ہی نہیں ہے، ہمیشہ ہمیش یہیں رہنا ہے۔ نہ آخرت کی فکر نہ اچھے برے اعمال وافعال کا محاسبہ، خالق حقیقی کے مقصد تخلیق کو پس پشت ڈال کر بے خوف وخطر ہو کر زندگانی کے بیش قیمت لمحات کو نذرِ شہوات وخرافات کر رہا ہے۔

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق تو یہ ہے کہ گلشن زیست کے معطر گلوں سے گوشہائے حیات کو یوں مہکایا جائے کہ دارین کی سعادتیں جبین حیات کا سہرا بن جائیں یعنی زندگی کے شب وروز اللہ ربّ العزت کے ان وعدہ وتبشیر، وعید وتہدید کے مطابق گزریں جن میں دونوں جہان کی کامیابیاں پنہاں ہیں۔ خدائے قہار وجبار کے اوامر ونواہی کو پیش نظر رکھ کر دل کو خوف خدا سے یوں بھر لیا جائے کہ دل ترک معاصی کا عادی اور اعمال صالحہ کی انجام دہی کا خوگر ہو جائے خوف خدا تمام نیکیوں بلکہ دنیا وآخرت کی ہر بھلائی کی جڑ نیز عذاب نار سے نجات دلانے والا جنت میں لے جانے والا عمل ہے جسے یہ عظیم دولت حاصل ہو جاتی ہے وہ اللہ جل وعلا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ومقرب اور کائنات کی ہر شی کے لئے باعث رشک ہو جاتا ہے۔

چند آیات کریمہ، احادیث مقدسہ خشیت الٰہی کے متعلق نظر قارئین کرتا ہوں:

آیات قرآنیہ:

☐ **آیت ۱:** وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝

(النازعات/۴۰،۴۱)

ترجمہ: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا (یعنی اس نے یہ جانا کہ اسے قیامت کے روز اپنے رب کے حضور حساب کے لئے حاضر ہونا ہے) اور نفس کو خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

☐ **آیت ۲:** مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝

(ق/ ۳۳،۳۴،۳۵)

ترجمہ: جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا اس سے فرمایا جائے گا جنت میں جاؤ سلامتی کے ساتھ یہ ہمیشگی کا دن ہے ان کے لئے ہے اس میں جو چاہیں اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

یعنی اخلاص مند، طاعت پذیر، صحیح العقیدہ دل والوں سے فرمایا جائے گا بے خوف وخطر امن واطمینان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تمھیں عذاب ہو، نہ تمہاری نعمتیں زائل ہوں اور جو چاہو وہ تمھیں ملے یعنی دیدار الٰہی وتجلی ربانی سے ہر جمعہ کو دار کرامت میں نوازے جاؤ گے۔

☐ **آیت ۳:** وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ

(الرحمٰن/۴۶)

ترجمہ: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

یعنی جسے اپنے رب کے حضور روز قیامت موقف میں حساب کے لئے کھڑے ہونے کا ڈر ہو اور معاصی کو ترک کرے اور فرائض کو بجا لائے تو اس کے لئے دو جنتیں جنت عدن اور جنت نعیم ہیں، ایک رب سے ڈرنے کا صلہ اور ایک شہوات کو ترک کرنے کا صلہ۔

☐ **آیت ۴:** یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (آل عمران/ ۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

☐ **آیت ۵:** فَلْیَضْحَكُوْا قَلِیْلًا وَّ لْیَبْكُوْا كَثِیْرًا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۔ (التوبۃ/ ۸۲)

ترجمہ: تو انہیں چاہیے تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔

احادیث کریمہ:

☐ **حدیث ۱:** عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: سمعت رسول الله صلى عليه وسلم يقول: عينان لا تمسهما النار: عين بكت من خشية الله وعين باتت تحرس في سبيل الله۔ (ترمذی شریف، ج ۱ ص ۱۹۷)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا: دو آنکھوں کو آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دے کر رات گزاری۔

☐ **حدیث ۲:** عن ابي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يلج النار رجل بكي من خشية الله حتى يعود اللبن في الضرع ولا يجتمع غبار في سبيل الله ودخان جهنم.

(ترمذی شریف ابواب الجہاد باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے خوف سے رونے والا شخص جہنم میں داخل نہ ہوگا جب تک دودھ تھن میں واپس نہ چلا جائے اور اللہ کی راہ میں پہنچنے والی گرد و غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔

☐ **حدیث ۳:** عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من عبد مومن يخرج من عينيه دموع وان كان مثل رأس الذباب من خشية الله ثم يصيب شيئا من حر وجهه الا حرم الله على النار۔ (ابن ماجہ، ابواب الزہد، ص ۳۰۹)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کی آنکھوں سے مکھی کے سر کے برابر بھی خوف خداوندی کی وجہ سے آنسو بہ کر اس کے چہرے پر آ گریں گے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام فرما دے گا۔

☐ **حدیث ۴:** عن الهيثم ابن مالك رضي الله عنه قال: خطب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الناس فبكي رجل بين يديه فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم لو شهدكم اليوم كل مومن عليه من الذنوب كأمثال الجبال الرواسى لغفر لهم ببكاء هذا الرجل و ذلك ان الملائكة تبكي وتدعو له وتقول اللهم شفع البكاءين فيمن لم يبك۔

(الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۱۱۷، حدیث نمبر ۴۸۷۷)

ترجمہ: حضرت ہیثم بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطاب فرمایا تو خطاب کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھا ہوا ایک شخص رو پڑا اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر آج تمہارے درمیان وہ تمام مومنین موجود ہوتے جن کے گناہ پہاڑوں کے برابر ہیں تو انہیں اس ایک شخص کے رونے کی وجہ سے بخش دیا جاتا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ فرشتے بھی اس کے ساتھ رو رہے تھے اور دعا کر رہے تھے اے اللہ نہ رونے والوں

کے حق میں رونے والوں کی شفاعت قبول فرما۔

□ **حدیث ۵**:عن ابي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني ارى ما لا ترون و اسمع ما لا تسمعون ان السماء اطت وحق لها ان تئط ما فيها مو ضع اربع اصابع الا وملك واضع جبهته ساجداً لله والله لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلاً و لبكيتم كثيراً وما تلذذتم بالنساء على الفرشات ولخرجتم الي الصعدات تجارون إلي الله والله لوددت اني كنت شجرة۔ (ابن ماجہ،ابواب الزھد،ص ۳۰۹)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سن رہا ہوں جو تم نہیں سن تے بیشک آسمان چر چرا رہا ہے اور اسے چر چرانے کا حق بھی ہے اس لئے کہ اس میں چار انگل کی بھی جگہ خالی نہیں ہے مگر کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی اللہ کے حضور رکھے ہوئے سجدہ ریز ہے، اللہ کی قسم جو میں جانتا ہوں اگر وہ تم لوگ بھی جان لوتو ہنسو گے کم اور روؤ گے زیادہ اور بستروں پر اپنی عورتوں سے لطف اندوز نہ ہوگے اور یقیناً تم لوگ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے میدانوں میں نکل جاتے (اور ابوذر فرمایا کرتے تھے) کاش میں ایک درخت ہوتا (جو کاٹ دیا جاتا)۔

□ **حدیث ۶**:قال النبي صلى الله عليه وسلم من خاف الله تعالى خافه كل شيء ومن خاف غير الله خوفه الله من كل شيء۔ (احیاء علوم الدین، ج ۷،ص ۵۳۲)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو بندہ اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر شی خوف کھاتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر شی سے خوفزدہ کر دیتا ہے۔

□ **حدیث ۷**:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابن مسعود: ان اردت ان تلقاني فأكثر من الخوف بعدي۔ (حوالہ سابقہ،ص ۵۳۰)

ترجمہ: آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا: اگر تم مجھ سے ملاقات کا ارادہ رکھتے ہو تو میرے بعد بھی خوب ڈرتے رہنا۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات و احادیث کریمہ سے خوب واضح ہے کہ دونوں جہان کی خوبیاں، بھلائیاں خشیت الٰہی میں ہی مضمر ہیں کیونکہ خشیت الٰہی اور خوف خدا سے مراد ہے: "الذي يحث علي العمل ويكدر جميع الشهوات و يزعج القلب عن الركون الي الدنيا ويدعوه الي التجافي عن دار الغرور" (شعب الایمان، ج ۲،ص ۲۴)۔ یعنی خوف الٰہی وہ کیفیت ہے جو بندے کو نیک کام کرنے پر ابھارتی، اور تمام نفسانی خواہشات کو مٹا دیتی، اور دل کو دنیا کی جانب مائل ہونے سے پھیر دیتی، اور اس کو دار الغرور سے پہلوتہی کرنا سکھاتی ہے۔

ایک دانشور کا قول ہے کہ آدمی کا صحیح حزن و غم اس سے کھانا چھڑا دیتا ہے اور صحیح خوف آخرت گناہوں سے روک دیتا ہے- اور رجا (یعنی حصول رحمت و نعمت کی صحیح امید) طاعتوں پر (یعنی ثوابی کاموں کے کرنے پر) قوی کر دیتی ہے- اور موت کی یاد، فضول کاموں میں دلچسپی نہیں لینے دیتی۔ (ذکری للذاکرین، ج ۲،ص ۴۳۹)

اللہ رب العزت ہمیں اپنے خوف سے آشنا فرمائے اسی میں جلائے اسی میں اٹھائے نیز ہمیں دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین۔

***

”سد المشارع فی الرد علی من یقول إن الدین یستغنی عن الشارع“

از: ابو خدیجہ محمد شہزاد عالم رضوی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

دیابنہ وہابیہ کا مکر وفریب اور ان کی شان الوہیت و رسالت میں گستاخیاں و بے باکیاں جگ ظاہر ہیں جن کو رواج عام دینے کے لئے وہ زبان وقلم، مال وزر، اہل وعیال اور نوع بنوع حیلے بہانے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں، چونکہ وہ اپنے شیطان صفت مولویوں کی نگارشات، بے بنیاد تحقیقات، مخالف شرع اقدامات اور فتنہ انگیز تعلیمات کو ہی اصل دین سمجھتے ہیں، خواہ ان کے پیشواؤں کی کتابوں، تحریروں اور تقریروں میں شریعت مطہرہ کی کتنی ہی خلاف ورزیاں اور اسلامی قانون شکنیاں کیوں نہ ہوں۔

دیوبندی مسلک کے احوال وکوائف اور امور واقعی کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت نے اللہ والوں کی توہین وتنقیص اور ان کی پاکیزہ وارفع واعلیٰ شانوں میں مغلظات بکنا اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے اور اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے میں کوئی قصر نہیں چھوڑتے۔

ان کے یہاں تعظیمی، تکریمی، قلبی وروحانی رشتہ صرف خدائے وحدہٗ لاشریک سے ہی رکھنا چاہئے، اوروں سے یہ معاملہ العیاذ باللہ زمرۂ شرک وکفر میں آتا ہے جس کی تفصیل کے لئے ”الاستمداد“ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کے باطل نظریات میں سے ایک نظریہ یہ ہے کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک قاصد وایلچی ہی کا درجہ حاصل ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں معاذ اللہ رب العالمین۔

اسی خبیث عقیدے کا نتیجہ ہے کہ ۱۴۲۴ھ میں کراچی پاکستان کے ”جامعۃ العلوم الاسلامیہ“ (جو دیوبندی افکار کا ناشر ومبلغ ہے) کے کسی ناتجربہ کار یتیم العلم نابالغ اور جہل مرکب کے شکار مفتی سے عربی زبان میں استفتاء کیا گیا جس کا مضمون تھا کہ ایک بندہ دوسرے کی تنقیص کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دین کو کسی فرد کیا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی العیاذ باللہ ضرورت نہیں ہے۔ آیا ایسا شخص عند الشرع قابل گرفت ہے یا نہیں؟ اور اس کا یہ قول صحیح ہے یا شنیع؟ اس کے جواب میں دیوبندی مفتی لکھتا ہے، قطعی ویقینی، ظاہر وجلی دلائل سے طشت ازبام ہے کہ ایسا بول کہ ”دین کو کسی کی ضرورت نہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی نہیں“ صحیح ہے اور کتاب وسنت سے ثابت ہے، قائل پر کوئی حکم شرع عائد نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی بیوی نکاح سے باہر ہوئی ہے، البتہ قدرے تعبیر اس جناب کے لائق ومناسب نہیں، اسے یوں ہی توبہ کر لینا چاہئے لیکن کسی کو اس پر لعن طعن، زجر وتوبیخ کرنے اور اس کے ساتھ غلط برتاؤ کرنے کی قطعاً اجازت نہ ہوگی اگر وہ توبہ کر لے۔

اس فتوے کی اطلاع وآگہی جب حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو ہوئی جبکہ آپ تک پورا فتویٰ نہیں آیا تھا بلکہ صرف ناقص فتویٰ (جو دلائل سے خالی اور فہم وفراست سے عاری تھا) ہی موصول ہوا تھا، چنانچہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اسی سرگزشت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”واذ قد وصلت إلینا ھٰذہ الفتیة ناقصة کما اسلفنا“ یعنی ہم تک ناقص فتویٰ ہی پہنچا جیسا کہ ہم نے ماقبل میں ذکر کیا۔ آگے فرماتے ہیں: ”وو ددت لو وقفت علی الفتیة بتمامھا ونظرت فیما ابدیٰ من النصوص واجبت عما بنی علیھا بالخصوص“ خواہش تو یہی تھی کہ پورا فتویٰ مل جاتا تاکہ اس کے دلائل میں غور وخوض کے بعد بالخصوص ان دلائل کا جواب رقم کر دیا جاتا جس کو اس

نے بنیاد بنایا ہے۔مزید فرماتے ہیں: "علی انه لایمنعنی نقصانها من الرد علی هٰذا المدعی" مگر یہ کہ فتوے کا ناقص ہونا اس مفتی کے ردّ و ابطال میں آڑے نہیں آسکتا۔

یہ کتاب ۱۰۲ ر صفحات پر مشتمل ہے جس میں آپ نے توحید اور رسالت عامہ کے معانی و مفاہیم حضور اکرم ﷺ کے توسل اور استعانت کی اہمیت وحاجت، تعظیم نبوی، حیات مصطفوی جیسے اہم اور بنیادی مسائل پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایمان وعقیدے کا دارومدار پوری کائنات کے لئے رحمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ ہیں اور "لولاہ لما خلقت الافلاک والارضین" کا تاج زریں آپ ہی کو عنایت کیا گیا ہے اور یہ بھی واشگاف کیا کہ اس ناقص مفتی کو سورۂ منافقین میں غور کرنا چاہیئے کہ منافقین صاف وصریح اقرار وشہادت کے باوجود بھی بارگاہِ ایز دی میں مومن مخلص نہیں بن سکے کیونکہ ان کے قلب وجگر میں یہ بات راسخ تھی کہ نہ ہمیں رسول اعظم کی ضرورت ہے اور نہ ہی دین متین کو۔بس اسی بغض وکینہ اور جلن وحسد نے ان کو دوزخ کا ایندھن بنادیا اور وہ ازلی، ابدی، دائمی دوزخی قرار پائے۔

ایک مقام پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ لوگوں کی قسمیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "الناس علیٰ احزاب ثلثة: کافر صراح و مومن مخلص و مرتد مجاهر بالاسلام" یعنی لوگ تین طرح کے ہیں: (۱) کھلے کافر۔ (۲) سچے مومن۔(۳) نام نہاد مسلمان (جو درحقیقت کافر و مرتد ہیں)۔مؤخرالذکر کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس جماعت کی عادت سچے پکے مسلمانوں سے عداوت ودشمنی رکھنا اور ضروریات دین کا انکار کرنا ہے۔

اسی فتوے میں مغالطہ دیتے ہوئے مفتی نے لکھا ہے: "لٰکنه مع ذلک لا یخلو عن سوء تعبیر لا یلیق مع حضرة الرسول الاکرم ﷺ فلیستغفر القائل علیٰ هٰذا" یعنی یہ تعبیر اس سب (یعنی قائل کے بے غبار اور ناقابل گرفت ہونے) کے باوجود بھی بارگاہِ نبوی کے شایانِ شان نہیں ہے۔لہٰذا قائل کو اس پر بخشش مانگنا چاہیئے اور توبہ کرنا چاہیئے۔

یہ درحقیقت ان بجا ایرادات واعتراضات سے دامن چھڑانے کا پیش خیمہ تھا جو علمائے اہل سنت کی جانب سے ہونے والے تھے مگر یاد رہے کہ فراست ایمانی باطن کو ظاہر اور مخفی کو عیاں کردیا کرتی ہے۔چنانچہ اسی قول پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"کیا بارگاہ مصطفیٰ کی بے ادبی، اس کی بے حرمتی اور شانِ مصطفوی کی توہین وتنقیص اور آپ کو ستانے کے مترادف نہیں ہے؟ اور یہ بات جگ ظاہر ہے کہ بارگاہِ نبوی کی بے حرمتی دراصل بارگاہِ خداوندی کی بے حرمتی ہے، رسول کو ایذا دینا خدا کو ایذا دینا ہے اور یہ ساری خرابیاں بے ادبی اور غلط تعبیر کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے، اب بتاؤ کہ تم ایک طرف تو اس تعبیر کو غلط مان رہے ہو جبکہ دوسری طرف اس پر "ثابت، صحیح" کی مہر ثبت کررہے ہو، کیا یہ تمہارے کلام کا تضاد نہیں؟ یاد رہے! اسی کو نفاق وعداوت اور دورُخی گفتگو کا نام دیا جاتا ہے"۔

مزید آگے فرماتے ہیں:

"وہابیو! تمہارے پیشوا ابن تیمیہ نے "اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ" کی تفسیر میں جو لکھا ہے اس کو بھی ذرا دیکھو: "وانظر فیما ختم به مقالته مما ینادی باحتیاج الامة لوصلهم ما بینهم وبین اللہ تعالیٰ الی الرسول ﷺ کیف صرح بانه الواسطة العظمی الآن فاحکم علی ابن تیمیة بالشرک لانه صرح بما هو عندکم شرک او سلم ما قضیٰ به علیکم ابن تیمیة" یعنی اس آیت مبارکہ کا اختتام بتاتا ہے کہ بندوں اور خدائے تعالیٰ کے مابین تعلق قائم کرنے کے لئے رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری پوری ضرورت ہے۔ دیکھو کس طرح ابن تیمیہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بندوں اور خدا کے درمیان بزرگ ترک وسیلہ و ذریعہ ہے۔ اے وہابیو! اب یا تو ابن تیمیہ پر شرک کا حکم لگاؤ، چونکہ اس نے ایسے نظریے کی تصریح کی ہے جو تمہارے نزدیک شرک ہے یا پھر ابن تیمیہ کا وہ فیصلہ (سرکار علیہ السلام ہی بڑا واسطہ اور ذریعہ ہیں) مانو، گرچہ وہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

ایک مقام پر "تتناقض اقوال الفتية بعضها بعضا" کا عنوان ڈال کر مفتی کے ظاہر و بدیہی مبنی بر تضاد اقوال کو اُجاگر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ نذر قارئین کیا جاتا ہے، فرماتے ہیں:

"یہ فتویٰ ایسے اقوال پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے کے دست بگریباں اور باہم مخالف و معارض ہے اس طور پر کہ ایک طرف تو مفتی کہتا ہے "ایسی بولی بولنے والے پر لعن طعن زجر و توبیخ اور غلط برتاؤ کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر وہ توبہ کرلے" لہٰذا مفہوم مخالف سے مترشح ہے کہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں طعن و تشنیع اور زجر و توبیخ کی مکمل اجازت رہے گی تو مفتی کو چاہئے تھا کہ قول کی شناعت اور خرابی کے چہرے سے نقاب ہٹاتا، تعبیر کو محض غلط کہنے پر ہی اکتفا نہ کرتا اور اگر اس کے نزدیک اس کا قول صحیح و ثابت ہے جس پر توبہ کی قطعاً حاجت نہیں تو قول کو تعبیر غلط و غیر مناسب کیوں گردانا؟ اور قائل کو توبہ کرنے کا امر کیوں صادر کیا؟"

اسی کتاب مستطاب میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے دلائل و براہین سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ قادیانی و دیابنہ دونوں ہم عقیدہ ہیں کیونکہ مرزا قادیانی نے جو نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے اس کے لئے راہ ہموار کرنے والا تحذیر الناس کا مصنف مولوی قاسم نانوتوی ہی ہے جس کے اعتبار سے العیاذ باللہ بعد خاتمیت مصطفیٰ دوسرا نبی آسکتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ یوں ہی آپ نے طواغیت اربعہ کی کفری عبارتوں کا چہرہ بھی بے نقاب کیا ہے تاکہ عرب دنیا جان سکے جو قوم ہم اہل سنت بریلویوں پر فرقہ جدیدہ کی تہمت لگاتی ہے اور ہمارے ایمان صادق اور عقیدہ حقہ کو ضلالت و سفاہت کا نام دیتی ہے اور خود کو توحید خداوندی کا علمبردار سمجھتی ہے وہی دراصل بے راہروی، کفر و الحاد اور بدعقیدگی کی خوگر اور راہِ راست سے دور و نفور ہے۔

اس طرح سے حضور تاج الشریعہ نے ناقص فتوے پر بھی کامل اور سیر حاصل بحث فرمائی ہے جس کے مطالعہ سے آپ کی مختلف علوم و فنون میں مہارت تامہ کا سراغ ملتا ہے اور رد و ابطال کا جذبۂ صادق بھی عیاں ہوتا ہے۔ ارباب علم و دانش، اساطین فقہ و افتاء اس کتاب کا براہِ راست مطالعہ فرمائیں اور حضور تاج الشریعہ کے بحر ذخار سے گوہر آبدار چننے کی کوشش کریں۔

رب قدیر ہم سب کو مرشد برحق، مخزن فیض و کرامت، جامع کشف و عنایات، حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرمائے اور آپ کی تصانیف اور علمی خدمات کو منصۂ شہود پر لانے کی توفیق مرحمت فرمائے، ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

***

اس شخص کو کوئی نہیں بدل سکتا جس کو اپنے اندر کوئی غلطی نظر نہ آتی ہو!

یاد رہے کہ اپنی غلطیوں پر نظر رکھنے والا کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا!

"طرد الافاعی من حمی ھادر رفع الرفاعی" - ایک مطالعہ

از: محمد ندیم قادری مرکزی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ○

قارئین کرام!

سائل اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ کیا حضور قطب الاقطاب، غوث الثقلین، میر میراں، شہنشاہ جیلاں، حضور محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ اپنے وقت میں قطب الاقطاب نہیں تھے بلکہ سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ قطب الاقطاب اور غوث الثقلین تھے اور جناب سید عبدالقادر جیلانی نے شیخ سید احمد کبیر رفاعی سے مدینہ منورہ میں چند اولیاء کرام کے ہمراہ بیعت کی ہے، یہ بیعت اس وقت ہوئی جب سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مزار انور سے دست مبارک نکلا تھا اور اکثر عرب میں سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو مرقومہ بالا صفتوں سے کوئی نہیں مانتا، ہاں! سید احمد کبیر رفاعی کو مانتے ہیں۔

اس کے جواب میں حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی المولیٰ عنہ نے سائل کا جواب دیتے ہوئے دلائل و براہین کی روشنی میں اور گیارہویں شریف کی مناسبت سے سرکار اعلیٰ حضرت نے گیارہ احادیث "بہجۃ الاسرار معدن الانوار" سے نقل فرما کر یہ ثابت فرمادیا کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ میں افضل سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو غوثیت کبریٰ پر فائز فرمایا اور آپ کو تمام اولیائے کرام کا سردار بنایا اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جن حضرات کو بھی ولایت کے عظیم منصب سے نوازا جاتا ہے تو یہ تمام نوازشات آپ کی اجازت سے ہوتی ہیں آپ جس کو چاہیں ولایت کے منصب سے نواز دیں اور جس کی ولایت چاہیں سلب کرلیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ رتبہ عظیم، منصب جلیل اور شان رفیع عطا فرمائی ہے۔

اور بیشک سیدنا سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء واعاظم محبوبانِ خدا سے ہیں اور آپ کے لئے حضور پرنور، شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس سے دست اقدس کا باہر آنا اور آپ کا اسے بوسہ دینا مشہور و ماثور ہے۔ چنانچہ "تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک" میں ہے: لما وقف سید احمد الرفاعی تجاہ الحجرۃ الشریفۃ قال:

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھٰذہ دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی
فخرجت الیہ الید الشریفۃ فقبلھا

[الحاوی للفتاوی ضمن رسالہ "تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک" ج ۲ ص ۳۱۴]

یعنی جب آپ نے روضہ انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوکر یہ اشعار عرض کئے: جس کا ترجمہ یہ ہے: زمانہ دوری میں میں اپنی روح کو حاضر کرتا تھا وہ میری طرف سے زمین بوسی

کرتی، اب جسم کی نوبت ہے کہ حاضر بارگاہ ہے، حضور دست مبارک بڑھائیں کہ میرے لب سعادت پائیں، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک روضہ انور سے باہر آیا اور سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بوسہ دیکر مشرف ہوئے۔

رہی بات! مدینہ منورہ میں حضور سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کی تو اس کا رد فرماتے ہوئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ارشاد فرماتے ہیں: حضور سرکار غوثیت نے پہلا حج ۵۰۹ھ میں فرمایا جب عمر شریف اڑتیس سال تھی، حضور سیدی عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سفر میں ہم رکاب تھے، حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ام عبیدہ میں خورد سال تھے اور ابن خلکان کی روایت کے مطابق زیادہ سے زیادہ چند مہینے ہی کے تھے، یا ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور بہجۃ الاسرار شریف کی روایت کے مطابق ۵۰۹ھ میں سات آٹھ برس کے ہوں گے انتہا درجہ دس سال کے۔ لہذا سائل کا یہ کہنا کہ سرکار غوث پاک نے شیخ سید احمد کبیر رفاعی کے ہاتھ پر مدینہ منورہ میں بیعت کی یہ کذب محض وافترائے خالص ودروغ بے فروغ ہے اور اللہ واحد قہار جھوٹ کو دشمن رکھتا ہے نہ کہ ایسا جھوٹ جس سے زمین وآسمان ہل جائیں "قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو،"فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ" پھر جب وہ گواہان عادل نہ لاسکیں تو جو ایسا دعوی کریں اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

پھر آگے اعلیٰ حضرت قطب کا معنی اور غوث کے مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے اس طرح رقمطراز ہیں:

ہر غوث اپنے دور میں ان سب اقطاب کا افسر و سرور ہے:

یہ قطبیت بمعنی غوثیت ہے اور اقطاب اصحاب خدمت کو بھی کہتے ہیں جو ہر شہر و ہر لشکر میں ہیں، شک نہیں کہ ہر غوث اپنے دورہ میں ان سب اقطاب کا افسر وسرور ہے کہ وہ تمام اولیائے دورہ کا سردار ہوتا ہے تو اس معنی پر ہر قطب یعنی غوث قطب الاقطاب ہے بلکہ غوث کے نیچے جو عہدہ داران تمام اصحاب خدمت کا افسر ہو، بایں معنی قطب الاقطاب ہے، مگر قطب الاقطاب بمعنی اول یعنی غوث الاغواث کہ دوروں کے غوثوں کا غوث ہو، غوثوں کو غوثیت اس کی عطا سے ملتی ہو اور غوث اپنے اپنے دورے میں اس کی نیابت سے غوثیت کرتے ہوں، وہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضور پر نور محی الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ والدین ابو محمد ولی الاولیاء، امام الافراد، غوث الاغواث، غوث الثقلین، غوث الکل، غوث اعظم سید شیخ عبد القادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور تا ظہور سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مرتبہ عظمیٰ اسی سرکار غوثیت بار کے لئے رہے گا۔ حضرت رفاعی اور ان کے امثال قبل وبعد کے قطبوں کو حضور پر تفضیل دینی ہوس باطل ونقصان دینی ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ پھر اس کے بیان کے لئے اعلیٰ حضرت چند احادیث مرفوعۃ الاسانید امام اجل اوحد سیدی نور الملۃ والدین ابو الحسن علی شطنوفی قدس سرہ الشریف کی کتاب مستطاب "بہجۃ الاسرار معدن الانوار" سے بیان کرتے ہیں جن میں سے کچھ ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

قال (رفع اللہ تعالیٰ کتابه فی علیین) اخبرنا الشیخ ابو المحاسن یوسف بن احمد البصری قال سمعت الشیخ العالم ابا طالب عبد الرحمن بن محمد الهاشمی الواسطی ، قال سمعت الشیخ القدوة جمال الدین ابا محمد بن عبد البصری بها یقول و قد سئل عن الخضر علیہ السلام احی هو ام میت؟ قال اجتمعت بابی العباس الخضر علیہ السلام وقلت اخبرنی عن حال الشیخ عبد القادر قال هو فرد الاحباب وقطب الاولیاء فی هذا الوقت وما و اللہ تعالیٰ ولیا

الی مقام الا و کان الشیخ عبد القادر اعلاہ و لا سقی اللہ حبیبا کاسا من حبہ الا و کان للشیخ عبد القادر اھناہ و لا وھب اللہ لمقرب حالا الا و کان الشیخ عبد القادر اجلہ ، وقد اودعہ اللہ تعالیٰ سرا من اسرارہ سبق بہ جمھور الاولیاء وما اتخذا للہ ولیا کان او سیکون الا و ھو متأدب معہ الی یوم القیمۃ

[بہجۃ الاسرار،ص ۱۷۳]

پہلی حدیث: مصنف (اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال کو علیین میں بلند کرے) نے کہا کہ ہم کو شیخ ابوالمحاسن یوسف بن احمد بصری نے خبر دی کہ میں نے شیخ ابو طالب عبدالرحمن بن محمد ہاشمی واسطی سے سنا کہتے تھے میں نے شیخ امام جمال الملۃ والدین حضرت ابو محمد بن عبد بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بصرہ میں سنا، ان سے سوال ہوا تھا کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں یا انتقال ہوا؟ فرمایا: میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا اور عرض کی: مجھے حضرت شیخ عبدالقادر کے حال سے خبر دیجئے۔ حضرت خضر نے فرمایا: وہ آج تمام محبوبوں میں یکتا اور تمام اولیاء کے قطب ہیں اللہ تعالی نے کسی ولی کو کسی مقام تک نہ پہنچایا جس سے اعلیٰ مقام شیخ عبدالقادر کو نہ دیا ہو نہ کسی حبیب کو اپنا جام محبت پلایا جس سے خوشگوار تر شیخ عبدالقادر نے نہ پیا ہو، نہ کسی مقرب کو کوئی حال بخشا کہ شیخ عبدالقادر اس سے بزرگ تر نہ ہوں۔ اللہ نے ان میں اپنا وہ راز ودیعت رکھا ہے جس سے وہ جمہور اولیاء پر سبقت لے گئے، اللہ نے جتنوں کو ولایت دی اور جتنوں کو قیامت تک دے سب شیخ عبد القادر کے حضور ادب دئے ہوئے ہیں۔

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

طوالت کے خوف عبارت سے صرف نظر محض ترجمہ بیان کر رہا ہوں:

دوسری حدیث: مصنف رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ ہم سے ابو محمد سلیم ابن علی دمیاطی نے حدیث بیان کی کہ ہم کو چھ مشائخ کرام پیشوایان عراق میں حضرت ابو طاہر صرصری وابوالحسن خفاف وابوحفص بریدی وابوالقاسم عمرو ابوالیدزید وابوعمرو عثمان بن سلیمان نے خبر دی ان سب نے فرمایا کہ ہم کو حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالی عنہ کے دونوں بھانجوں حضرت ابوالفرج عبدالرحیم وابوالحسن علی نے خبر دی کہ ہم اپنے شیخ حضرت رفاعی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس ان کی خانقاہ مبارک میں جوام عبیدہ میں ہے حاضر تھے حضرت رفاعی نے اپنی گردن مبارک بڑھائی اور فرمایا "علی رقبتی" میری گردن پر۔ ہم نے اس کا سبب پوچھا، فرمایا: اسی وقت حضرت شیخ عبدالقادر نے بغداد میں فرمایا ہے کہ میرا یہ قدم اولیاء اللہ کی گردن پر۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں:

تیسری حدیث: مصنف نے کہا (اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے یوم محشر کو غوث اعظم کے جھنڈے کے نیچے جمع فرمائے) کہ ہم کو ابوالقاسم محمد بن عبادہ انصاری حلبی نے خبر دی کہ میں نے شیخ عارف باللہ ابواسحٰق ابراہیم بن محمود بعلبکی مقری کو فرماتے سنا، کہا میں نے اپنے مرشد امام ابوعبداللہ بطائحی کو سنا کہ فرماتے تھے: میں حضور سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ام عبیدہ گیا اور حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خانقاہ میں چند روز مقیم رہا ایک روز حضرت رفاعی نے مجھ سے فرمایا ہمیں حضرت شیخ عبد القادر کے کچھ مناقب واوصاف سناؤ، میں نے کچھ مناقب شریف ان کے سامنے بیان کئے میرے اثنائے بیان میں ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے کہا کیا ہے اور حضرت سید رفاعی کی طرف اشارہ کر کے کہا ہمارے سامنے ان کے سوا

کسی کے مناقب ذکر نہ کرو، یہ سنتے ہی حضرت سید رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو ایک غضب کی نگاہ سے دیکھا کہ فوراً اس کا دم نکل گیا لوگ اس کی لاش اٹھا کر لے گئے، پھر حضرت سید رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا شیخ عبدالقادر کے مناقب کون بیان کرسکتا ہے، شیخ عبدالقادر کے مرتبہ کو کون پہنچ سکتا ہے، شریعت کا دریا ان کے دہنے ہاتھ پر ہے اور حقیقت کا دریا ان کے بائیں ہاتھ پر جس میں سے چاہیں پانی پی لیں، ہمارے اس وقت میں شیخ عبد القادر کا کوئی ثانی نہیں۔امام عبداللہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے حضرت رفاعی کو سنا کہ اپنے بھانجوں اور اکابر مریدین کو وصیت فرماتے تھے ایک شخص بغداد مقدس کے ارادے سے ان سے رخصت ہونے آیا تھا فرمایا جب بغداد پہنچو تو حضرت شیخ عبد القادر اگر دنیا میں تشریف فرما ہوں تو ان کی زیارت اور پردہ فرماجائیں تو ان کے مزار مبارک کی زیارت سے پہلے کوئی کام نہ کرنا کہ اللہ عزوجل نے ان سے عہد فرمارکھا ہے کہ جو کوئی صاحب حال بغداد آئے اور ان کی زیارت کو نہ حاضر ہو اس کا حال سلب ہوجائے اگر چہ اس کے مرتے وقت پھر حضرت رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا شیخ عبدالقادر حسرت ہیں اس پر جسے ان کا دیدار نہ ملا۔

ابن سقا کا انجام کون نہیں جانتا جو سرکار غوث اعظم کی شان رفیع میں گستاخی کر کے اپنی بدانجامی کو پہنچا

[نزہۃ الخاطر فی ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر]

اور اصفہان میں رہنے والا وہ شخص جس نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ نے کے اس ارشاد " قدمی ہذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ " کے وقت گردن جھکانے سے انکار کیا فوراً اس کا حال سلب ہوگیا۔[الفتاوی الحدیثیۃ] (بوجہ اختصار صرف واقعہ کی طرف اشارہ کردیا)

مسلمان ان احادیث صحیحہ جلیلہ کو دیکھے اور اس شخص کے مثل اپنا حال ہونے سے ڈرے جس کا خاتمہ حضرت غوثیت کی شان میں گستاخی اور حضرت سید رفاعی کے غضب پر ہوا، العیاذ باللہ رب العالمین

آگے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اے شخص! ظاہر شریعت میں حضرت سرکار غوثیت کی محبت بایں معنی رکن ایمان نہیں کہ جو ان سے محبت نہ رکھے شرع اسے فی الحال کافر کہے یہ تو صرف انبیا علیہم الصلوٰۃ والثناء کے لئے ہے مگر واللہ کہ ان کے مخالف سے اللہ تعالیٰ نے لڑائی کا اعلان فرمایا ہے، خصوص کا انکار نصوص کے انکار کی طرف لے جاتا ہے، عبدالقادر کا انکار قادر مطلق عز جلالہ کے انکار کی طرف کیوں نہ لے جائے گا۔

اسی لئے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا
شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا

والعیاذ باللہ القادر رب الشیخ عبد القادر وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی جد الشیخ عبد القادر، ثم علی الشیخ عبد القادر۔ آمین

***